رجسٹرڈ نمبر ا

قیمت سالانہ عہ

الندوہ

جلد ۱۱ | جولائی سنہ ۱۹۱۴ء مطابق شعبان سنہ ۱۳۳۲ھ | نمبر ۱

مجلس ندوۃ العلماء کا ماہوار علمی تاریخی مذہبی رسالہ

مرتبہ

محمد اکرام اللہ خان ندوی

باہتمام و حسن انتظام بندۂ ناچیز عابد علیخان مالک مطبع

شاہی پریس لکھنؤ میں بکمال حسن و خوبی طبع ہو کر

دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

ایام گذشتہ

دار العلوم ندوۃ العلماء کے افتتاح کے بعد ارکان ندوہ نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ دار العلوم ندوہ کے اغراض و مقاصد کی شہرت اور ملک مین علمی تاریخی مذہبی معلومات کی اشاعت بغیر اس کے ممکن نہین کہ خود مجلس ندوۃ العلماء کی طرف سے ایک ماہوار رسالہ شائع کیا جائے جو نہایت خوش اسلوبی سے ندوہ کے مقاصد کو مسلمانون کے سامنے پیش کرے اور اسلامی علوم و معارف کے خزانے مین جو زر و جواہر محفوظ ہین انکو منظر عام پر لائے تاکہ قدماء کی علمی جد و جہد سرفروشانہ سعی و کوشش اور حیرت انگیز ولولہ علمی کی تاریخ ہمارے لیے عبرت و بصیرت کا باعث ہو۔

آج ہمارے زمانے مین جو تہذیب و شائستگی اور عروج و ترقی کا زمانہ ہو کوئی تحریک خواہ مذہبی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا تجارتی بغیر پریس کی اعانت کے بار آور و کامیاب نہین ہو سکتی اس زمانے مین جس قوم کا پریس زبردست ہو وہی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور مہذب خیال کی جاتی ہو۔

ترقی یافتہ ممالک مین اخبارات و رسائل کو جو طاقت حاصل ہی وہ نہایت حیرت انگیز ہی اکثر اوقات

قوموں کی قسمت کا فیصلہ پریس کی طاقتور آواز کے مطابق کیا جاتا ہے اخبارات جس تحریک کی حمایت و اشاعت کے لیے آواز بلند کرتے ہین وہ آخرکار کامیاب ہوکر رہتی ہے تبلیغ مذہب کا ذریعہ بھی صرف پریس ہے جسکی بدولت آج بائبل کی لاکھون کروڑون جلدین دُنیا کی ہر زبان مین ترجمہ ہوکر گھر گھر پھیل گئی ہین ان واقعات و حالات کے لحاظ سے یہ کیونکر ممکن تھا کہ ندوہ جیسی عظیم الشان مذہبی و اصلاحی تحریک پریس کی منت کش نہوتی، اس بنا پر حسب تجویز بالا ندوۃ العلماء کی طرف سے ایک ماہوار رسالہ کی اشاعت کا اعلان کیا گیا۔ اس زمانے مین مولوی محمد مسیح الزمان خان مرحوم و مغفور اُستاد حضور نظام خلد آشیان ندوہ کے ناظم تھے، اور چونکہ مولوی صاحب مرحوم خانگی ضروریات کی وجہ سے لکھنؤ مین مستقل قیام نہین کرسکتے تھے اس لیئے ندوۃ العلماء کا دفتر مرحوم کے وطن (شاہجہانپور) کو منتقل ہوگیا تھا لہذا رسالہ الندوہ بھی شاہجہانپور ہی سے شائع کیا گیا۔

الندوہ کا پہلا نمبر جمادی الاولی سنہ ۱۳۲۲ھ مین شائع کیا گیا اور ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۲ھ مین پہلی جلد نمبر ۷ پر ختم ہوگئی۔ اسکے بعد دفتر لکھنؤ اُٹھ آیا اور دوسری جلد سے نوین جلد (اخیر سنہ ۱۲ء) تک الندوہ لکھنؤ سے شائع ہوتا رہا ابتدا سے شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی اور مولوی حبیب الرحمن خان شروانی اڈیٹر رہے لیکن جب علامہ شبلی نعمانی نے استعفا دیدیا تو جون سنہ ۱۲ء سے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم مدرس دارالعلوم الندوہ کے اڈیٹر مقرر کیئے گئے جو آخر سنہ ۱۲ء تک رسالہ شائع کرتے رہے، لیکن بدقسمتی سے اسی زمانے مین ایک ایسا ناگوار واقعہ پیش آگیا جس سے الندوہ کی اشاعت کچھ روز ملتوی رہی لہذا گذشتہ سال الندوہ کا کوئی پرچہ شائع نہین ہوا۔

الندوہ کا جدید دور حیات

دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء کا مہینہ تھا مین درجہ تکمیل ادب کے امتحان سے فارغ ہوچکا تھا نتیجہ کا انتظار تھا، وہ

زمانہ تھا جبکہ دار العلوم کے اندر ندوۃ العلماء کے مستقبل کا مسئلہ زیر بحث تھا ہر شخص کے نتائج افکار جدا گانہ تھے مسئلہ غور و فکر کے درجے سے گذر چکا تھا۔ لیکن با این ہمہ لاینحل تھا ندوہ کی گذشتہ تاریخ سب کے پیش نظر تھی، اور اس قدر ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ ایک زمانہ ایسا بھی گذر چکا ہی جبکہ ندوہ کی صدائے غلغلہ انداز نے عالم اسلام مین ایک ہلچل پیدا کر دی تھی، اور ہزارون لاکھون مسلمانون نے اس تحریک کا فدائیانہ جوش و خروش سے خیر مقدم کیا تھا۔ لیکن آج کیا حالت ہی؟ ایک آواز بھی ندوہ کی حمایت کے لیے بلند نہین ہوتی، ایک قلم بھی ندوہ کی خدمت کے لیے جنبش نہین کرتا، ایک ہاتھ بھی ندوہ کی اعانت کے لیے دراز نہین ہوتا، ایک قدم بھی ندوہ کی اصلاح و فلاح کے لیے نہین اُٹھتا، ایک آنکھ بھی ندوہ کی ناکامیابی پر اشکبار نہین ہوتی، آخر یہ کیون ہی؟ یا تو غفلت شعار مسلمانون کے پہلو مین دل نہین، یا دل تو ہی لیکن درد آشنا نہین۔

غرض مندرجۂ بالا حالات نے ندوہ کے مستقبل کو تاریک بنا رکھا تھا ہر شخص خوف و رجا کی حالت مین مبتلا تھا۔ لیکن اس مایوسی مین بھی کبھی کبھی اُمید کی جھلک نظر آجاتی تھی، اور شب تاریک مین آثار صبح کے نمایان ہونے کی توقع کیجاتی تھی کیونکہ انتہا درجہ کی مایوسی نے لوگونکی طبیعت مین جوش اور دلونمین ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ اگرچہ دست عمل نے ابھی تک جنبش نہین کی تھی لیکن معاملہ عزم و ارادہ کی سرحد تک آچکا تھا، یعنی بعض فرزندان دار العلوم کے حلقہ مین ندوہ کی خدمت کا خیال روز بروز رو بترقی تھا۔ عین اسی زمانہ مین بعض احباب نے مجکو مشورہ دیا کہ منجملہ اور خدمات کے ایک خدمت ندوہ کی یہ بھی ہوسکتی ہی۔ کہ رسالۂ الندوہ جو مدت سے بند ہی دوبارہ شائع کیا جاے، اور اسکی ترتیب و اشاعت کا انتظام تم اپنے ہاتھ مین لو، اگر مجکو اس کام کے مشکلات کا علم ہوتا تو شاید مین اس مشورہ کو نہایت خوشی سے قبول کر لیتا لیکن مین حالات سے بے خبر نہ تھا اگر ایک طرف الندوہ کی ضرورت اور موجودہ خدمت کی اہمیت میرے لیے محرک عمل اور دامن کش

تھی تو دوسری طرف اپنی ناتجربہ کاری و علمی بیمائگی ہمت شکن و زنجیر پا، آخر کار کسی قدر غور و فکر کے بعد مین نے اِس مشورہ کو قبول کر لیا کیونکہ مخلصانہ خدمت کا جوش ہمیشہ ناآزمودہ کارلوگونکو میدان عمل مین لاتا ہی، اور ولولہ کار کے مقابلہ مین عواقبِ امور کا لحاظ نہین کیا جاتا!

ارادہ تھا کہ الندوہ جنوری ۱۹۱۷ء سے شائع کیا جاے، لیکن از سر نو حصول اجازت مین غیر معمولی تاخیر ہوگئی، اِس لئے رسالہ وقت پر شائع نہو سکا، مجبوراً جلد اکی ابتدا جولائی سے کیجاتی ہی یہ جلد ایک ششماہی پر ختم ہو جائیگی،

مجکو اُمید ہی کہ الندوہ کے پُرانے قدردان بدستور رسالہ کی قدردانی کا ثبوت دین گے، الندوہ کوئی شخصی رسالہ نہین ہی اسلئے آپ اسکی جو اعانت فرمائین گے وہ قومی رسالہ کی اعانت ہوگی۔"

الندوہ کے سلسلہ جدیدہ کے تذکرہ مین غالباً یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ اپریل ۱۹۱۴ء کے آخری ہفتہ مین مولوی میر عبد الکریم صاحب مرحوم مدرس دار العلوم نے انتقال فرمایا مولوی صاحب مرحوم دار العلوم مین دینیات کی تعلیم پر مامور تھے، ندوہ مین تشریف لانے سے پہلے ایک مدت تک شاہجہانپور اور حیدرآباد مین درس و تدریس کے مشاغل مین مصروف رہ چکے تھے، دینیات کے علاوہ آپ کو منطق اور فلسفہ سے بھی خاص رغبت تھی۔

مرحوم کو فن مناظرہ سے طبعی مناسبت تھی آپ ہمیشہ آریون خصوصاً مسیحی مبلغین سے مناظرہ کیا کرتے تھے اور ہر موقع پر کامیاب ہوتے تھے آخری ایام حیات مین آپ کے وقت کا بڑا حصہ اسی قسم کی مذہبی خدمات مین صرف ہوتا تھا، آپ دار العلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے اور وہان کے سرآوردہ اصحاب مین شمار کیے جاتے تھے، مرحوم نے صرف ایک ہفتہ بیمار رہ کر انتقال فرمایا، اگرچہ علاج اور تیمارداری مین پوری توجہ کی گئی اور لکھنؤ کے مشہور اطباء نے نہایت دلسوزی سے اپنا فرض ادا کیا،

لیکن موت کا کیا علاج ؟

ہم دار العلوم کے تمام طلبہ مدرسین اور ارکان ندوۃ العلماء کی طرف سے اس واقعہ پر حقیقی رنج وافسوس کا اظہار کرتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے احباب اور عزیز واقارب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے "

اشاعت اسلام اور یورپ اگرچہ اشاعتِ اسلام کے متعلق اجتماعی حیثیت سے مسلمانون نے کوئی باقاعدہ نظام عمل اب تک مرتب نہین کیا لیکن جابجا شخصی طور پر تبلیغی کام شروع ہو گیا ہی ہندوستان مین تو مدت سے بعض علماء اس بزرگترین خدمت مین مصروف سعی و عمل ہین اور ایک حد تک قابل ستائش کام انجام دیچکے ہین لیکن اب دو تین سال سے انگلستان مین بھی اشاعت اسلام کا سنگ اساس رکھدیا گیا ہی۔

اسلام چونکہ خدائے واحد و برتر کا عالمگیر قانون ہی جو تمام انسانون کی صلاح و فلاح کا مدعی ہی اس لئے خواہ کسی زمانے اور کسی ملک مین اسلام کی تبلیغ کیجائے عین احکام اسلام کے مطابق ہی یہی وجہ ہی کہ انگلستان سے بعض لوگون کے قبول اسلام کی جو خبرین ہندوستان آتی ہین مسلمان اسکو نہایت مسرت سے پڑھتے ہین۔ چندہ کی تحریک بھی ہندوستان مین سرعت سے ترقی کر رہی ہی بظاہر یہ آثار امید افزا ہین لیکن واقعہ یہ ہی کہ ابھی منزل مقصود بہت دور ہی اور کامیابی کے لیے طویل استقامت کی ضرورت ہی۔

ہمکو یورپ و امریکہ مین اشاعتِ اسلام کی ضرورت سے مطلق انکار نہین، لیکن خود ہندوستان کے اندر جاری جو حالت ہی اسکو بھی ہم کسی طرح نظر انداز نہین کر سکتے، حالات کے لحاظ سے ہمکو اشاعت اسلام سے زیادہ حفاظتِ اسلام کی ضرورت ہی آج ہندوستان مین اگرچہ سات کروڑ مسلمان موجود ہین لیکن ان مین لاکھون ایسے ہین جو کلمہ بھی صحیح طور پر نہین جانتے،

اور ایسے تو کروڑون ہین جنکو اسلامی عقائد و احکام کی مطلق خبر نہین، ان کے عقائد کی یہ حالت ہی کہ ہر قسم کے بیہودہ مراسم اور شرک و بدعت مین گرفتار ہین اعمال کی یہ کیفیت ہی کہ صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ سے مدت العمر تعلق نہین رہا ان سب حالات پر اسقدر اور اضافہ کرو کہ ایک طرف تو آریہ مذہب کے داعی انکو ہر وقت آریہ بنانے کے لیے ساعی ہین دوسری طرف مسیحی مشنری انکو اپنے حلقہ مین شامل کرنے کے لیے طیار، اور یہ سب سعی و کوشش ہماری آنکھون کے سامنے ہو رہی ہی اب انصاف کرو کہ بلحاظ حالات موجودہ ہمارے لئے یہ کہان تک مناسب ہی کہ مسلمانونکی اندرونی اصلاح اور مخالفین اسلام کے حملون کی مدافعت سے قطع نظر کر کے اپنی طاقت کا بڑا حصہ سمندر پار صرف کردین اسکے علاوہ اشاعتِ اسلام کے لیے ہندوستان ہی مین وسیع میدان موجود ہی لاکھون نام کے ہندو یہان ایسے ہین جنکو ہندو عملاً اپنے مین شامل نہین کرتے، اگر مسلمان حسن تدبیر سے کام لین تو نہایت آسانی سے انکو حلقۂ اسلام مین داخل کر سکتے ہین،

یورپ مین اشاعتِ اسلام کا مسئلہ ایک اور حیثیت سے بھی اربابِ فکر کے غور و نظر کا محتاج ہی یعنی ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہمارے پاس داعیانِ اسلام کی کوئی ایسی جماعت موجود ہی جو یورپ مین اس فرض کو قابلیت سے ادا کر سکے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ نہین؛،

واقعہ یہ ہی کہ ہماری قوم مین دو قسم کے اشخاص ہین علماء، اور جدید تعلیم یافتہ صحاب، علماء کی حالت یہ ہی کہ جدید خیالات سے بے خبر، انگریزی زبان سے ناآشنا، وہ یورپ جا کر کس زبان مین اپنا مافی الضمیر ادا کرین گے۔ جدید تعلیم یافتہ صحاب بے شبہ اہل یورپ کو اپنا مخاطب بنا سکتے ہین لیکن کون کہ سکتا ہی کہ وہ اسلامی مسائل کی صحیح تعبیر بھی بیان کر سکین گے، درآنحالیکہ وہ قرآن مجید و احادیث کو اسکی اصلی زبان مین نہین پڑھ سکتے، یہ حالات ہین

جنکی وجہ سے اشاعتِ اسلام کے مسئلہ نے نہایت پیچیدہ صورت اختیار کرلی ہی اور کامیابی مشتبہ نظر آتی ہی،

اب سے چند سال قبل جاپان مین بھی اشاعتِ اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تھا، خوش اعتقاد مسلمانون کا خیال تھا کہ جاپان اسلام قبول کرنے کے لیے طیار بیٹھا ہی۔ لیکن ان خوش آئند توقعات کا جو نتیجہ نکلا وہ مخفی نہین،

حقیقت یہ ہی کہ آج نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیائے اسلام مین کوئی شخص اس رتبہ کا نظر نہین آتا جو اس فرض کو علی وجہ الکمال ادا کرسکے ہمکو ایسے حکماء اسلام کی ضرورت ہی، جو ایک طرف تو اسلام کے غوامض و اسرار سے واقف ہون دوسری طرف جدید علوم و فنون مین کامل دستگاہ رکھتے ہون، تاکہ انکی صدائے توحید سے یورپ کے دشت وجبل گونج اُٹھین،

اگر مسلمان درحقیقت اس اہتم بالشان خدمت (دعوت اسلام) کی ضرورت محسوس کرتے ہین تو ان کا پہلا فرض یہ ہی کہ اس قسم کے اشخاص طیار کرین، جو اس خدمت کو پوری قابلیت سے انجام دے سکین سب سے پہلے ندوۃ العلماء نے آج سے ۲۰ برس قبل اس ضرورت کو محسوس کرکے منجملہ اور مقاصد کے ایک اہم مقصد یہ بھی قرار دیا تھا، اگر اُس زمانے مین اس تحریک کا سرگرمی سے خیر مقدم کیا جاتا تو آج ہمارے پاس دعوتِ اسلام کے لئے متعدد اشخاص موجود ہوتے، "مقاصد ندوۃ العلماء" کے نام سے جو رسالہ عام طور پر شائع ہوچکا ہی اسکی پانچوین دفعہ حسب ذیل ہی۔

"(۵) پانچوان مقصد یہ ہی کہ ہندوستان اور ممالک غیر مین اسلام کی اشاعت کی جائے اسکے دو طریقے ہوسکتے ہین ایک یہ کہ جو مقامات ایسے ہین کہ وہان مسلمان موجود ہین لیکن اسلام کے فرائض اور احکام حتی کہ نماز و روزہ سے مطلق واقف نہین وہان ایسے واعظ بھیجے جائین جو مسائل اسلام کی تلقین کرین اور دینداری۔ تہذیب۔ اخلاق۔ معاشرت اور تمدن کے

اعلیٰ رتبے پر پہونچانے کی کوشش کرین اور قرون اولی کے قدم بقدم چلنے کی ترغیب دین دوسرا یہ کہ قابل اور لائق لوگونکو اس کام پر مقرر کیا جائے کہ دوسرے ممالک مین جاکر غیر قومونکو وعظ اور تقریر کے ذریعے سے اسلام کی رغبت دلائین اور ان مین اسلام کو پھیلائین اور جہان تک ممکن ہو اس کام کو حسنِ اخلاق اور تالیف قلوب کے ساتھ عمل مین لائین یہ محقق ہوچکا ہو کہ بہت سے ممالک ہین جہان کے لوگ مذہب حق کی تلاش مین ہین بلکہ اسلام کے غائبانہ مشتاق ہین لیکن اسلام کا کوئی واعظ یا نقیب اُن تک نہین پہونچا کہ اُنکو اسلام کی حقیقت اور حقیقت سمجھاتا اس غرض کے لیے یہ قرار پایا ہو کہ جن ممالک مین واعظون کا بھیجا جانا قرار پائیگا پہلے وہان کی زبان واعظونکو سکھائی جائیگی واعظون کو بھیجنے اور اُن کے ہر قسم کے مصارف کا ذمہ دار ندوۃ العلماء ہوگا"

انہی مقاصد کو پیش نظر رکھکر ندوہ نے اپنے دار العلوم مین انگریزی تعلیم لازمی قرار دی ہو اگر ندوہ کبھی اپنے مقصد مین کامیاب ہوگیا تو اس مسئلہ کے مشکلات کا حل نہایت خوبی سے ہوجائے گا باین ہمہ جو لوگ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے یورپ گئے ہین ہم ان کی کامیابی کے دلسے متمنی ہین'

مدینة الرّسول

مدینۂ منورہ یا مدینة الرسول جس کو طیبہ بھی کہتے ہین اور جو ہجرت سے پہلے یثرب کہلاتا تھا سطح بحر سے قریباً ۶۱۹ میٹر بلند ہی اور وہ مشرق کی جانب ۳۹ درجہ اور ۵۵ دقیقہ کے طول پر اور خط استوا سے شمال کو ۲۴ درجہ اور ۱۵ دقیقہ کے عرض پر واقع ہی موسم گرما مین اسکی حرارت ۲۸ درجہ تک پہونچ جاتی ہی اور سرما مین دن کو صفر کے اوپر ۱۰ درجہ تک اور رات کو صفر کے نیچے ۵ درجہ تک اُتر آتی ہی سردی کے ایام مین اکثر دیکھا گیا ہی کہ صبح کے وقت پانی ظروف مین جم جاتا ہی،

بعض لوگون کا خیال ہی کہ لفظ یثرب مصری کلمہ اتریبس سے بگڑ کر بنا ہی اگر یہ صحیح ہی تو ہمین غور کرنا چاہیے کہ مدینہ کو عمالقہ نے مصر سے نکلنے کے بعد بنایا اور انکی یہودیت سے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہی کہ حضرت موسیٰؑ نے فلسطین کو جاتے ہوئے ایک جماعت کو بھیجا تاکہ اس جانب کے حالات دریافت کرین جب وہ لوگ اس طرف پہونچے اور انکو حضرت موسیٰؑ کی خبر وفات سے اطلاع حاصل ہوئی تو اُنھون نے شہر اتریبس بنا کر اس مین اقامت اختیار کی اس قول کی بنا پر مدینہ کی آبادی سنہ ۱۶۰۰ قبل مسیح یا سنہ ۲۲۲۲ قبل ہجرت شروع ہوتی ہی اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر لفظ طیبہ قبل ہجرت مدینہ کا نام تھا تو قطعاً یہ بھی مصری لفظ ہی،

مدینۂ منوّرہ جو ضلع کا صدر مقام ہی اب تک صوبۂ حجاز مین شامل تھا لیکن اب مستقل کمشنری قرار دیا گیا ہی یہان کی عنان حکومت دو اعلیٰ افسرون کے ہاتھ مین ہی ایک کو شیخ الحرم اور دوسرے کو محافظ (گورنر) کہتے ہین فوجی طاقت آخر الذکر کے قبضہ مین ہی،

قرب وجوار کے جو مقامات مدینہ کی حکومت مین شامل ہین ان مین ینبع - کور - دومة الجندل ذوالمروہ - وادی القری - مدین - فدک قابل ذکر ہین مدینہ مین شریف مکہ کا ایک وکیل (ایجنٹ)

رہتا ہی جو اہل عرب کے معاملات کی نگرانی کرتا ہی،

مدینہ ایک وادی مین واقع ہی جو شمال سے جنوب کی طرف گئی ہی، یہان اکثر مکانات پتھر کے ہین جو اطراف مدینہ سے فراہم کیا گیا ہی، مکانات کی تعداد قریبًا ۱۲ ہزار ہی طرز تعمیر جدہ و مکہ معظمہ کے مکانات کے مانند ہی لیکن مکانات مختصر اور سڑکین تنگ ہین خصوصًا حرم کے اطراف مین نہایت گنجان آبادی ہی حالانکہ ضرورت اِس امر کی تھی کہ حرم کے گرد وسیع میدان ہوتا تاکہ شہر کی فضا صاف رہتی اور حرم تک آمد و رفت مین سہولت ہوتی، لیکن غالبًا ولولہ شوق نے لوگون کو روضۂ اطہر سے تقرب حاصل کرنے پر مجبور کیا، چونکہ مدینہ کی اکثر گلیان تنگ ہین اس لئے زقاق (کوچہ) کے نام سے مشہور ہین، مثلاً زقاق البقر، زقاق الخیاطین، زقاق البدور، زقاق الکبریت، زقاق مالک بن انس الخ لیکن با این مدینہ کی گلیان صاف ستھری ہین،

بازار — مدینہ منورہ کا بازار باب المصری سے حرم شریف تک قریبًا ۵۰۰ میٹر کے طویل سلسلہ مین ایک تنگ راستے کے اندر واقع ہی جہان زمانۂ حج اور ماہ رجب مین (جو آجکل اہل عرب کے دستور کے مطابق باہمی ملاقات کا زمانہ ہی) غیر معمولی اجتماع ہوتا ہی، مدینہ منورہ کی تجارت کا مدار زیادہ تر خارجی مصنوعات پر ہی خاصکر جادہ ہندوستان اناطولیا اور شام کا مال بکثرت آتا ہی، اونی سوتی اور ریشمی پارچہ جات، دریان، قالین، عبائین نہایت گران قیمت پر فروخت ہوتی ہین، لیکن با این ہمہ حجاج بطور تبرک یا روزمرہ کی ضروریات کے لحاظ سے اِن چیزون کو نہایت رغبت سے خریدتے ہین، یہان کی مقامی تجارت مین خرما ایک نمایان حیثیت رکھتا ہی کیونکہ مدینہ کے گرد و نواح مین بکثرت باغ اور نخلستان ہین، جہان قریبًا ۶۰ قسم کا خرما پیدا ہوتا ہی، بہترین قسم عنبری عجوہ چلبی برنی اور شکری ہی آخر الذکر نہایت لذیذ اور شیرین ہوتا ہی، ایک اور قسم سیح ہی جو اطراف خیف مین مدینہ اور الحمراء کے درمیان پیدا ہوتا ہی،

خرما بیچنے والے اکثر اوقات بعض اقسام خرما کے متعلق موضوع روایات و احادیث بیان کر کے عام لوگونکو خریداری کی ترغیب دیتے ہین، خرما ایک خاص پیمانے سے ناپ کر فروخت کیا جاتا ہی جس کا وزن ۴۰۰۰ درہم ہی، چاول کے لیے علیحدہ پیمانہ ہی جس کا وزن ۳۰۰۰ درہم ہوتا ہی، روغن زرد رطل کے ذریعے سے فروخت ہوتا ہی جو ۱۲ اوقیہ کا ہوتا ہی اور اروب ۱۲۰ اقہ کا،

کتب خانہ مدینہ منورہ مین متعدد کتب خانہ موجود ہین جن مین سب سے زیادہ قابل قدر شیخ الاسلام عارف حکمت کا کتب خانہ ہی جو باب جبرئیل کے قریب ایک خوش منظر مقام پر واقع ہی اور حسن انتظام و حسن ترتیب کے لحاظ سے نہایت ممتاز ہی، کتب خانہ کے اندر گران قیمت ایرانی قالین کا فرش ہی، وسط صحن مین وضو کے لیے نل لگے ہوئے ہین اس کتب خانے مین ۵۳۳۰ نادر اور بیش قیمت کتابین موجود ہین منجملہ ان کتابونکے فارسی اشعار کا ایک مجموعہ ہی جو فن خطاطی کا اعلی نمونہ قرار دیا جا سکتا ہی، صنعت تحریر کا حیرت انگیز کمال یہ ہی کہ حروف علیحدہ سے چسپان کیے گئے ہین بیان کیا جاتا ہی کہ اس صنعت کے ماہر جب چاہتے تھے حروف کو ناخن سے جدا کر کے دوسرے کاغذ پر چسپان کر دیتے تھے،

دوسرا کتب خانہ سلطان محمود کا ہی جو باب السلام مین واقع ہی، یہان ۴۵۶۹ کتابین ہین یہ کتب خانہ اگرچہ زیادہ وسیع نہین، لیکن باین ہمہ مرتب منتظم اور خوبصورت ہی، ایک کتب خانہ سلطان عبد الحمید اول کا بھی ہی جس مین کتابون کی تعداد ۱۶۵۹ ہی ایک کتب خانہ بشیر آغا کا زقاق الخیاطین مین ہی یہان ۲۰۶۳ کتابین ہین ایک اور کتب خانہ ہی، جہان زیادہ تر مذہب امام مالک کی کتابین ہین، انکے علاوہ اور بھی کتب خانے ہین جنکی تفصیل غیر ضروری ہی،

اماکن متبرکہ و مزارات مدینہ منورہ اور اس کے قرب و جوار مین بکثرت مقدس و تاریخی مقامات موجود ہین، جن کا اجمالی تذکرہ حسب ذیل ہی،

(۱) مسجد قبا۔ جو مدینۂ منورہ سے ۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہی یہ سب سے پہلی مسجد ہی جو عہد اسلام مین تعمیر ہوئی جب آنحضرت صلعم مکۂ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اس مسجد کو تعمیر فرمایا دوبارہ سلطان عبدالحمید اول نے اسکو از سر نو تعمیر کیا مسجد کے وسط صحن مین ایک قبہ ہی، جو اس مقام پر تعمیر کیا گیا ہی جہان آنحضرت صلعم کی ناقہ نے قیام کیا تھا،

(۲) مسجد حضرت حمزہؓ۔ یہ مسجد مدینۂ منورہ سے جانب شمال بوادی احد مین واقع ہی۔ احد کو تاریخ اسلام مین نہایت شہرت حاصل ہی کیونکہ یہان ۱۵۔ شوال ۳ھ کو کفار قریش اور مسلمانون کے درمیان مشہور معرکۂ کارزار پیش آیا تھا جو مسلمانون کے لیے ایک زبردست آزمائش کا موقع تھا، اس معرکہ مین آنحضرت صلعم کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہؓ نے شہادت پائی اور جناب سرور کائنات کے دندان مبارک شہید ہوئے، یہان ایک مقام قبۃ السن کے نام سے مشہور ہی، عام خیال ہی کہ اس مقام پر آنحضرت کے دندان مبارک ساقط ہوئے تھے، اختتام جنگ پر اہل مدینہ نے ارادہ کیا کہ شہداء کو دفن کرنے کیلئے مدینۂ منورہ لیجائین لیکن آنحضرت نے منع فرمایا اور حکم دیا کہ ہر شخص اپنے مصرع (قتلگاہ) مین دفن کیا جائے اس بناء پر حضرت حمزہؓ بھی اس میدان مین دفن کیے گئے اور وہان ایک گنبد تعمیر کیا گیا جو قبۃ المصرع کے نام سے مشہور ہی، انکی قبر کے پاس ۷۰ سے زیادہ ان جان نثاران ملت کے مزارات ہین جو غزوہ احد مین شہید ہوئے،

وادی کے اختتام پر جانب شمال جبل احد واقع ہی جو اگرچہ اس کوہستانی سلسلہ مین داخل ہی جو سرزمین عرب کو قطع کرتا ہوا چلا گیا ہی، لیکن با این ہمہ وہ ایک ممتاز اور جداگانہ حیثیت رکھتا ہی اسکا طول مشرق سے مغرب تک ۶ کیلومیٹر ہی،

(۳) بقیع جس کو بقیع الغرقد بھی کہتے ہین مسلمانون کے نزدیک یہ مقام نہایت مقدس اور معدن خیر و برکت ہی کیونکہ یہان خاندان رسالت کے اکثر گرانمایہ جواہر اور قریباً دس ہزار صحابہ کرام مدفون ہین منجملہ

اہل بیت یہان حضرت امام زین العابدین کا مزار مبارک بھی ہی اور حضرت عباس رضؓ کے مقبرہ مین حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما مدفون ہین،

مدینہ مین حسب ذیل مساجد ہین۔ مسجد الرایۃ۔ مسجد الفتح مسجد ذو القلتین۔ مسجد السقیا۔ مسجد الغمامہ جو مناخہ مین ہی (مسجد علی (جو قبا کے راستے مین واقع ہی) مسجد المائدہ (بقیع کے جانب شرق) مسجد الاحزاب کوہ سلع کے دوسری طرف بیرون باب شامی) مسجد عروہ،

وسائل آب | اہل مدینہ زیادہ تر کنوین کا پانی استعمال کرتے ہین، جو یہان بکثرت پائے جاتے ہین، اور جنمین بعض کو تاریخی اہمیت حاصل ہی مثلاً۔ بئر الاعواف، بئر ابن مالک، بئر القویم، بئر العباسیہ، بئر صفیہ بئر البویرہ، بئر فاطمہ، بئر عروہ، آخر الذکر دونون کنوئین نہایت ممتاز ہین، زمانۂ گذشتہ مین اُمراء و سلاطین کو ان کا پانی بطور ہدیہ بھیجا جاتا تھا، بیر رومہ جسکو اوائل اسلام مین حضرت عثمان ابن عفان رضؓ نے خرید کر عام مسلمانون کے لیے وقف کر دیا، بیر اریس جسکو بیر خاتم بھی کہتے ہین، کیونکہ آنحضرت صلعم کی انگوٹھی جو خلیفۂ ثالث کے دست مبارک مین تھی، اس کنوین مین گر پڑی تھی، یہ انگوٹھی علی الترتیب حضرت عثمان تک پہونچی تھی جس سے احکام و فرامین پر مہر کرتے تھے، اور اُس پر محمد رسول اللہ منقوش تھا،

لیکن اہالی مدینہ زیادہ تر عین الزرقا نام چشمہ کے پانی سے فائدہ اُٹھاتے ہین جو مسجد قبا کے جانب غرب واقع ہی اس کا پانی نہایت شیرین و لذیذ ہی اس چشمہ کو مروان ابن الحکم نے حضرت معاویہ رضؓ کے ایام خلافت مین جاری کیا تھا اور اسپر اوائل عہد سے آجتک سلاطین و امراء اسلام کی توجہ مبذول رہی، اس چشمہ کا سلسلہ ایک دوسرے چشمہ تک منتہی ہوتا ہی جو عین النبی کے نام سے مشہور ہی اور جس کا پانی ایک مضبوط و مستحکم نہر کے ذریعے سے مدینہ منورہ تک جاتا ہی اور اس سے بکثرت شاخین نکلکر حوالی مدینہ مین پھیل گئی ہین جس کے لیے چند خزانہ آب تعمیر کیئے گئے ہین، جو سطح زمین سے دس میٹر نشیب پر واقع ہین، بہشتی یہان سے پانی بھر بھر کر شہر مین لیجاتے ہین بعض اوقات لوگ

پختہ سیڑھیون کے ذریعے سے سرچشمہ تک چلے جاتے ہین وہان ٹونٹیان ہین جن سے گھڑے وصراحیان بھر لیتے ہین یہی سبب ہی کہ مدینہ منورہ کا پانی نہایت صاف وپاکیزہ ہی اور اسی بنا پر یہان مکہ معظمہ منٰی اور جدہ کے مانند متعدی امراض نہین پائے جاتے،

مذکورۂ بالا چشمہ کی تعمیر وتجدید مین اکثر اُمرا، اسلام نے حصہ لیا۔ دولت عثمانیہ کے عہد اولین مین یہ چشمہ خراب ہو گیا تھا ایک زمانہ تک اہل مدینہ نہایت تکلیف اُٹھاتے رہے آخر کار سلطان سلیمان نے ۹۳۲ھ مین اسکو ازسر نو تعمیر کیا لیکن جب ۹۹۰ھ مین سیلاب نے اسکو پھر برباد کر دیا، تو دوبارہ سُلطان مراد خان نے اسکی درستگی پر توجہ کی اور بیر الغربالی (ایک کنوان) کو خرید کر اسکے ساتھ شامل کر دیا اسکے بعد ۱۱۱۱ھ مین سلطان مصطفٰے خان کے حکم سے، بیر العقد بھی اِس مین شامل کیا گیا، بعد ازان ۱۲۲۲ھ مین سُلطان سلیم نے اسکو تعمیر کیا لیکن جب وہابیون نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا تو اسکو برباد کر دیا، جب یہ فتنہ فرو ہو گیا تو محمد علی پاشا خدیو مصر نے اسکی مرمت کی اور چند روز بعد سلطان عبد الحمید خان ثانی نے ازسر نو اسکو درست کیا، چنانچہ اَب یہ چشمہ اہل مدینہ کے لیے نہایت منفعت بخش ثابت ہو رہا ہی،

مدینہ منورہ کے نواح مین علاوہ عین الزرقا، کے عین کہف (ایک چشمہ کا نام) ہی، جو جبل سلع کے غربی جانب واقع ہی، اور عین خیف جو مدینہ کے بالائی حصہ سے جاری ہوا ہی، اور عین الوادی جو حضرت حمزہؓ کی قبر کے متصل واقع ہی اور عین السلطان جس کا پانی کھاری ہی، اسکا رُخ قبا سے مدینہ کی طرف ہی جو نالیون کو خس وخاشاک سے صاف کرتا ہوا مدینہ کے باغات مین جاتا ہی،

مدینۂ منورہ کے باغات | مدینۂ منورہ کے شمالی جانب شہر پناہ کے متصل بکثرت باغات موجود ہین جو خاص خاص نام سے مشہور ہین مثلاً حدیقۃ الداودیہ، حدیقۃ الزکی وغیرہ اندرون شہر مین بھی باغات موجود ہین خصوصاً

ہر کا مشرقی حصہ زیادہ قابل اعتنا ہی اور قبا کی جانب ذو الحلیفہ و عوالی کثرتِ زراعت و باغات لحاظ سے ممتاز مقامات ہین، آخر الذکر فواکہ کے اعتبار سے مشہور ہین، اور یہان اکثر ترکاریان واکہ پیدا ہوتے ہین، مثلاً کرم کلہ، گوبھی، گندنا، بھنڈی، خطمی، بیگن، کدو، لوبیا، خرفہ، پالک، کرفس فلا، تربوز، خربزہ، آڑو، انار، انگور، لیمون، کیلا، کھجور، نارنگی، گیہون، گاجر زرد،

مدینۂ منورہ کے اطراف مین وادیان بھی ہین، بارش کے موسم مین یہ جاری ہو جاتی ین اور انکا پانی باغات مین پہونچتا ہی، یہ وادیان زیادہ تر پست حصہ مین پائی جاتی ہین بعض اوقات ب سیلاب زیادہ آتا ہی تو یہ وادیان شہر کے لیے مضرت بخش ثابت ہوتی ہین، چنانچہ حضرت عثمان رض کے عہد خلافت مین وادی مہزور مین اس بلا کا سیلاب آیا کہ مدینہ کے در و دیوار کے منہدم جانے کا خطرہ پیدا ہوگیا اس خطرہ کو محسوس کر کے حضرتِ عثمان رض نے بیر مدری کے قریب دیوارین میر کرنے کا حکم دیا اور سطرح سیلاب کا رُخ وادی بطحان کی طرف پھر گیا اور مدینہ تباہی محفوظ رہا، وبارہ ۱۵۶ھ مین خلیفہ ابو جعفر منصور کے عہد حکومت مین بکثرت سیلاب آیا خلیفہ کے حکم سے روک تھام ی گئی اور سیلاب کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا گیا اسکے بعد ۱۳۲۰ھ مین وادی القناۃ مین سیلاب آیا، ور شہر کا شمالی حصہ مدینۂ منورہ سے جبل احد تک غرق ہوگیا، اور وسائل آمد و رفت چھ ماہ تک منقطع رہے بعد ازان ۱۳۳۰ھ مین بھی خوفناک سیلاب آیا، اور جبل اُحد کے قریب نصف میٹر عمق ک اسکا اثر محسوس ہوا،

آبادی اور وجہ معاش

مدینہ منورہ کی آبادی قریباً ساٹھ ہزار ہی انمین ایک معقول تعداد ان مہاجرین لی بھی شامل ہی جو ترک وطن کر کے مدینۂ منورہ مین آباد ہوگئے ہین اور جو زیادہ تر ہندوستانی ترکی مغربی مصری و شامی مسلمان ہین،

منجملہ مدینہ کے مشہور خاندانون کے اسعد کا خاندان جو سادات سے ہی نہایت مشہور ہی

اسیطرح مغاربہ کا خاندان جو عائلہ بری کے نام سے مشہور ہین' اور عائلہ السمہودی جو اہل مصر سے ہین'

مدینہ منورہ کے اکثر معزز اشخاص گورنمنٹ ٹرکی یا خدیو مصر کے وظیفہ خوار ہین' اور ایک گروہ کثیر کی معاش کا مدار حرم نبوی کی خدمت پر ہی خصوصًا موسم حج اس قسم کے محاصل کے لیے نہایت زرریز خیال کیا جاتا ہی' اکثر اشخاص رہ نما ہین جو قابل زیارت مقامات کی سیر کرانے کا فرض ادا کرتے ہین انکو مزوّر کہتے ہین اور یہ بعینہ ان خدمات کو ادا کرتے ہین جو مکہ معظمہ مین مطوفین سے متعلق ہین' بعض اشخاص معمولی درجہ کے تجارت پیشہ ہین اہل مصر غلّہ کی تجارت کرتے ہین جو قصیر کے راستے لایا جاتا ہی'

عادات واطوار | اہل مدینہ سیر و تفریح کے دلدادہ ہین شہر کے باہر کسی باغ یا نزہت گاہ مین جاکر قدرت کے دلفریب مناظر سے خوب لطف اُٹھاتے ہین' منگل اور جمعہ کے روز بعد نماز عصر علیحدہ علیحدہ ٹولیان بناکر شہر کے باہر جاتے ہین اور شام کو واپس آتے ہین' بعض اوقات اپنے ہمراہ ناشتہ لیکر شہر کے قریب کسی باغ مین چلے جاتے ہین اور صبح سے شام تک لطف صحبت اُٹھاتے ہین'

ایک دستور مدینۂ منورہ مین یہ بھی ہی کہ ہر شخص ستائیسوین ذی القعدہ کی شب کو گیہون کی ایک خاص مقدار روضۂ منورہ پر بطور ہدیہ بھیجتا ہی اور اس کا طریقہ یہ ہی کہ گیہون کو دھوکر اور پاک وصاف کرکے کپڑے کی ایک عمدہ ونفیس تھیلی مین بھر لیتے ہین' اور حجرہ کے پاس جاکر انحضرت صلعم کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرتے ہین' اور اس تھیلی کو حجرہ کے اندر رکھ دیتے ہین' روضۂ مبارکہ کے مجاور اسکو اُٹھا لیتے ہین' اور اُمراء اور اہل دولت کو بطور تبرک ہدیہ دیتے ہین'

اہل مدینہ نہایت فیاض طبع شریف النفس اور مہمان نواز ہین نو وارد اور اجنبی زائرین کا نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرتے ہین' اور انکو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

مہمان خاص خیال کرکے اپنے گھرلیجاتے ہین اور نہایت خلوص ومحبت سے فرائض ضیافت
ادا کرتے ہین مہمان جب تک انکے یہان رہنا چاہے بے تکلف رہ سکتا ہی، اس خدمت پر وہ
کسی معاوضہ کے طالب نہین ہوتے، اور بعض اوقات انکو جو معاوضہ دیا جاتا ہی، وہ انکی
خدمات کے مقابلے مین ناکافی ہوتا ہی، گھر کی عورتین خانہ داری کے فرائض انجام دیتی ہین
اور کثرتِ کاروبار سے مطلق نہین گھبراتین بلکہ نہایت مستعدی سے مصروف رہتی ہین۔ مہمانون
کی خاطر تواضع مین مردونکی اعانت کرتی ہین اور ہمیشہ صاف ستھرا لباس پہنے مصروف نظر آتی ہین،

مدینہ منورہ مین دستور ہی کہ جب بچے کی عمر چالیس دن کی ہوجاتی ہی تو اسکو نہلاتے ہین اور
نہایت خوبصورت ونفیس سفید لباس پہنا کر عطر لگاتے ہین اور روضۂ منورہ پر لیجاتے ہین، خادم
اسکو حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھا کر دعائے خیروبرکت کرتے ہین، اس رسم کے ادا ہوجانے پر بچہ مان کو
واپس دیا جاتا ہی، جو اسکو لیکر شادان وفرحان پلٹ آتی ہی،

اہل مدینہ کسی میت پر نالہ وبکا نہین کرتے، بلکہ جنازہ کے ہمراہ باب الرحمۃ مین داخل ہوکر
حجرہ شریف کے مقابل جاتے ہین اور وہان جنازہ رکھکر علیحدہ ہوجاتے ہین پھر نماز جنازہ ادا کرتے ہین،
اور بابِ جبریل سے باہر لاکر بقیع کے مشہور قبرستان مین دفن کرتے ہین،

اس موقع پر تکبیر ودرود پڑھتے جاتے ہین، بعدازان میت کا عزیز خاص باب الرحمۃ پر رک جاتا
ہی، اور میت کے اعزا واحباب یہان آکر رسم تعزیت ادا کرتے ہین، یہ نہایت پرانا دستور ہی، سب
سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر انکے برادر عزیز امام حسین علیہ السلام
نے باب البقیع پر توقف فرماکر تعزیت کو قبول کیا تھا،

مدینہ منورہ کا رمضان | اہل مدینہ کی عادت ہی کہ رمضان المبارک مین مغرب سے ایک گھنٹہ قبل حرم شریف
مین جاکر روضہ کے قریب جمع ہوتے ہین اور دن کا باقی حصہ تلاوت قرآن مجید یا درود شریف کے ورد

مین گذارتے ہین، جب افطار کی توپ چلتی ہی تو ہر شخص کے یہان سے ایک سینی آتی ہی جس مین حلوا، پنیر، پراٹھا، خرما، روغن زیتون اور اسیطرح کی دوسری چیزین جو افطار کے لیے مناسب ہین آتی ہین، اس موقع پر اکثر اوقات زائرین بھی مدعو کیئے جاتے ہین، جو کچھ بچتا ہی فقرا و مساکین پر تقسیم کر دیا جاتا ہی، قریب ۱۵ منٹ مین افطار سے فارغ ہو کر نماز مغرب ادا کرتے ہین، اسکے بعد ہر شخص اپنے اپنے مہمانون کو لیکر گھر جاتا ہی جہان باہم جمع ہو کر رات کا کھانا کھاتے ہین، کھانے کے بعد مسجد جاتے ہین اور نماز عشا سے فارغ ہو کر تراویح مین مشغول ہو جاتے ہین، لیکن تراویح کی ایک جماعت نہین ہوتی، بلکہ پچاس یا ساٹھ جماعت پر منقسم ہو جاتے ہین، ہر جماعت کے لیے علیحدہ امام ہوتا ہی جس کے سامنے مختلف وضع قطع کے دو شمعدان رکھ دیئے جاتے ہین، ہر شخص کو اختیار ہی خواہ کسی امام کی اقتدا کرے، کیونکہ ہر امام مختلف مقدار مین قرآن مجید سناتا ہے،

امام کے روبرو جو شمعدان رکھے جاتے ہین ان کے متعلق عزت و احترام کے خاص خاص مراسم ادا کیئے جاتے ہین، یعنی طلائی و نقرئی شمعدان روضۂ مبارک کے خزانے مین محفوظ ہین جن کو اس موقع پر باہر نکالتے ہین، اور تراویح کے بعد بدستور خزانے مین پہونچا دیتے ہین، امرا و اعیان اس موقع پر خصوصیت سے مدعو کیئے جاتے ہین، جن مین سے ہر شخص نہایت فخر و مباہات سے شمعدان کو اُٹھا کر اندر لیجاتا ہی اور اس عزت کو اپنے لیئے باعث خیر و برکت خیال کرتا ہی، مسجد کے متعلق جو فراش ہین ان کا شیخ اُمرا کو مدعو کرتا ہی،

نمازِ عید مسجد نبوی مین ادا کرتے ہین حنفی اور شافعی امام نماز پڑہاتے ہین۔ نماز و خطبہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلعم کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے ہین، اسکے بعد اپنے اپنے گھرون کو چلے جاتے ہین اور عید کا پورا دن لطف و مسرت سے گذارتے ہین،

مدینہ منورہ کے گذشتہ آثار | اوائلِ اسلام مین مدینہ نہایت گلزار و پُر فضا مقام تھا نیز مادی و ادبی حیثیت سے

ترقی یافتہ وتمدن مقامات مین شمار ہوتا تھا، مدینہ مین بکثرت باغات موجود تھے جنکی وجہ سے شہر تروتازہ وشاداب رہتا تھا خصوصاً شہر کا شمالی ومشرقی حصہ نہایت سرسبز وخوش منظر تھا،

سب سے زیادہ نظرفریب ودلکش مقام وادی عقیق تھا، جسکو خوبصورت مکانات، دلچسپ مناظر، فرحت بخش آب وہوا، لطیف فواکہ تروتازہ پھول اور خوشگوار موسم نے نہایت ممتاز بنا رکھا تھا یہان کے اکثر باغات آنحضرت صلعم کی ازواج کے قبضہ وتصرف مین تھے،

وادی عقیق کے مشہور مقامات مین سے زغابہ اضم غابہ حصیر خلیقہ اور جنجانہ قابل ذکر ہین، جو حضرت عبد اللہ ابن زبیر اور اُنکی اولاد کی ملکیت مین تھے، ایک اور مقام حمران اسد تھا جہان اہل قریش کے مکانات تھے دوسرا خاخ جو علویون کے قبضہ مین تھا، منجملہ مشہور مقامات کے ثنیۃ الشرید، الغرا، العرس، البید ابھی ہین۔ یہان شرفا قریش کے مکانات ہین خصوصاً مکہ معظمہ کے مقابل جبل عیر کے دامن مین زیادہ آبادی تھی، جبل عیر کے دوسری طرف ایک مشہور مقام حما ہی اور اسکے مقابل مدینۂ منورہ سے چار میل کے فاصلے پر ضفیرہ کی طرف حرۃ الوبرۃ ہی یہان عروہ بن زبیر کا ایک محل ہی جو قصر العقیق کے نام سے مشہور ہی اور کنوان ہی جسکو بیر عروہ کہتے ہین، مذکورۂ بالا قصر کے حصہ زیرین کے متصل اور حما کے مقابل ایک مقام ہی جس کو عرصہ کہتے ہین، یہان سعید ابن العاص کا مشہور ومعروف قصر تھا، جو اُس زمانے کے فن عمارت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا، اُس کے آثار اب تک موجود ہین، سعید ابن العاص حضرت معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے عامل (گورنر) تھے،

ابو قطیفہ شاعر نے اپنے ایک شعر مین اس قصر کو ابواب جیرون (دمشق) پر فضیلت دی ہی، اس سے قیاس کیا جا سکتا ہی کہ یہ قصر کس رتبہ کا ہوگا، کیونکہ دمشق اُس زمانے مین دولت بنی اُمیہ کا دار الخلافت اور تہذیب وتمدن کا مرکز تھا، آج بھی ارض شام مین دمشق باعتبار آب وہوا

اور دلفریب مناظر کے اپنا نظیر نہین رکھتا" جو مسافر جنوب کی طرف سے دمشق جاتے ہین انکو غوطہ سے گذرنا پڑتا ہی جو نہایت مشہور تاریخی مقام ہی جس کو عربی شعرا جنت سے تشبیہ دیتے ہین' اسیطرح جو مسافر مغرب کیطرف سے دمشق مین داخل ہوتے ہین انکو مرج ملتا ہی جو نہایت فرحت بخش سیرگاہ ہی

منجملہ وادی عقیق کے مشہور ایوان و قصور کے حسب ذیل نہایت مشہور ہین' جن کے آثار و علامات اب تک موجود ہین' جو وادی عقیق کی گذشتہ عظمت و شوکت کا پتہ دیتے ہین'

قصر عاصم قصر محمد بن عیسیٰ' قصر یزید بن عبد الملک بن المغیرہ' قصر جعفر بن سلیمان' قصر ابی ہاشم قصر عتبہ بن عمرو بن عثمان بن عفان قصر عنبسہ بن سعید بن العاص قصر عبد اللہ بن ابی بکر بن عثمان بن عفان' قصر خارجہ قصر عبد اللہ بن عامر' قصر مروان بن الحکم'

غالباً مدینہ مین سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان نے پختہ عمارات کی طرف توجہ کی' چنانچہ انھون نے اپنا گھر پتھر اور چونہ سے تعمیر کرایا' اور اسکے دروازہ کے لیے سال و عرعر (سروکوہی) کا استعمال کیا وادی القری و حنین مین حضرت عثمان کی جو جائداد تھی' اسکا تخمینہ انکی وفات کے بعد ایک لاکھ دینار کیا گیا۔ حضرت عثمان کے اصحاب کی مدینہ منورہ مین وسیع جائدادین اور کشادہ مکانات موجود تھے' حضرت سعد بن وقاص نے وادی عقیق مین ایک پختہ و بلند مکان تعمیر کیا' جس کا صحن نہایت وسیع و کشادہ تھا' بالاخانہ پر کھڑکیان تھین اسی طرح مقداد نے مدینہ منورہ سے کسی قدر فاصلہ پر جو مکان تعمیر کیا وہ اندر و باہر سے پختہ تھا'

مدینہ منورہ مین پختہ مکانات اور بلند عمارات کی تعمیر کا سلسلہ خلفائے راشدین کے بعد دولت بنی امیہ کے عہد مین شروع ہوا' کیونکہ جب زمام خلافت بنو امیہ کے ہاتھ آئی' تو انھون نے سیاسی مصالح کے لحاظ سے یہ طریقہ اختیار کیا کہ قریش خصوصاً مہاجرین و انصار کے معزز طبقہ کو انعام و اکرام سے اپنا مرہون منت بنا لیا۔ اس سے انکا مقصود یہ تھا کہ ملک کے سربرآوردہ و صاحب اثر اشخاص کو

اپنا ہم آہنگ بنالین، اور دولت وثروت کی کثرت انکو عیش وعشرت مین مصروف کردے تاکہ کسیکو انتظام حکومت مین مداخلت کا خیال نہ پیدا ہو، چنانچہ یہ طریقہ نہایت سودمند ثابت ہوا، دولت کی فراوانی نے آرام وراحت کے سامان مہیا کردیئے اور لوگون نے عادات واطوار مین خورد ونوش ولباس مین بنوامیہ کی تقلید شروع کردی،

اور خوبصورت مکانات پُرفضا باغات فرحت افزا مناظر نے مدینہ کو نہایت خوش نما نزہت گاہ بنادیا لیکن جب رفتہ رفتہ حکومت کو انحطاط ہوا، اور زمانے نے رُخ بدلا تو عیش وطرب کا یہ تمام سامان افسانہ ہوگیا،

مدینۂ منورہ کی شہرپناہ

جب عربی خلافت کے کمزور ہوجانے پر مدینہ کے امن وامان اور تمدن مین فرق آگیا اور بادیہ نشین اعراب کے بہم حملون نے شہر کو غیر محفوظ بنادیا تو عضدالدولہ ابوشجاع وزیر الطائع للہ نے سنہ ۳۶۰ھ مین مدینہ کے لیے ایک شہرپناہ تعمیر کی جو زمانہ دراز تک شہر کی حفاظت کا ذریعہ رہی ہی لیکن پانچوین صدی ہجری کے وسط مین اسکی دیوارین جابجا سے مرمت طلب ہوگئین، اسوقت فرمانروائے موصل کے وزیر جمال الدین نے ازسرنو مرمت کی اسکے بعد سنہ ۵۵۸ھ مین سلطان نورالدین زنگی نے اسپر کسی قدر اضافہ کیا، بعدازان ملک صالح بن قلاوون نے سنہ ۷۵۵ھ مین اور سلطان قائتبائی نے سنہ ۸۸۱ھ مین اور سلطان سلیم فرمانروائے ترکی نے سنہ ۹۳۹ھ مین اس شہرپناہ کی تعمیر وتجدید مین حصہ لیا۔ اسکے بعد خدیو مصر محمد علی پاشا نے اسکو تعمیر کیا اور اسمین باب مصری کا اضافہ کیا آخر مین سلطان عبدالعزیز مرحوم نے سنہ ۱۲۸۵ھ مین اسکی تجدید کی اور اسکو ۲۵ میٹر بلند کیا اور ہم برج شہر کی حفاظت اور بیرونی حملہ کی مدافعت کے لیے تعمیر کیے، یہ شہرپناہ ابتک موجود ہی، جو باب العنبریہ کے راستے مین واقع ہی یہان ذخائر جنگ کی کافی مقدار موجود ہی، ہر برج پر توپ بندوق اور اسلحہ جنگ موجود ہین جس سے اہل بادیہ کی روک ٹوک مقصود ہی جو ہمیشہ حرم پر حملہ کرتے رہتے ہین،

مذکورہ بالا دیوار کے علاوہ ایک اور بیرونی دیوار ہی جو جابجا سے مرمت طلب ہی لیکن اسکو کوئی خاص اہمیت حاصل نہین ہی،

باب المصری وباب العنبریہ کے درمیان ایک بڑی وادی ہی جس کا نام مناخہ ہی اسکا عرض ۴۰۰ میٹر ہی چونکہ اکثر حجاج اپنے اونٹ یہان بٹھاتے ہین اس لئے اسکا نام مناخہ رکھدیا گیا، اسی جگہہ حجاج قیام بھی کرتے ہین مصر سے ہر سال جو محمل آتا ہی اسکا قیام بھی آخر تک مناخہ مین رہتا ہی مناخہ کے باہر بکثرت مکانات ہین، ان مین سے جو عام شاہراہ پر ہین وہ زیادہ خوبصورت ہین اَب یہ شاہراہ جس پر مدینہ منورہ کا اسٹیشن واقع ہی، شارع رشادی کے نام سے مشہور ہی یہان مصری تکیہ بھی ہی جس کے سالانہ مصارف گورنمنٹ مصر ادا کرتی ہی یہان غربا کو روزانہ شوربا تقسیم ہوتا ہوتا ہی، اور ترکی فوج کی بارک ہی، ان عمارات کو خاندان خدیو کے مورث اعلیٰ ابراہیم پاشا نے تعمیر کیا تھا،

ابواب مدینہ مدینہ منورہ مین متعدد دروازے ہین جن کے علیحدہ علیحدہ نام ہین، انکی تفصیل حسب ذیل ہی، الباب المجیدی، الباب الشامی، باب الکوفہ، باب العنبریہ، باب قوبہ، باب العوالی، باب الجمعہ، ان دروازون سے عام طور پر آمد و رفت رہتی ہی لیکن جب حجاج مین وبا پھیل جاتی ہی، تو دروازے بند کر دیے جاتے ہین، صرف باب مجیدی سے حرم تک آنے کی اجازت دیجاتی ہی، زائرین اندر داخل ہو کر زیارت کرتے ہین، اور ایک دو روز بعد چلے جاتے ہین، کسی قافلہ کو اندر آنے کی اجازت نہین ہوتی، اس احتیاط کی وجہ سے مدینہ ہمیشہ متعدی امراض سے محفوظ رہتا ہی، لیکن چونکہ اس موقع پر زائرین کے لیے حرم کا صرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہی اس لیے نہایت خوفناک کش مکش رہتی ہی ایک دوسرے پر گرتا ہی، ایک جماعت اندر جانا چاہتی ہی دوسری باہر آنے کے لیے جد و جہد کرتی ہی، اس اژدحام مین اکثر کمزور آدمی کچل کر مر جاتے ہین،

مدارس۔ مدینہ منورہ کے مدارس چندان قابل اعتنا نہیں ہین اگرچہ قریبًا، ۱ مدارس موجود ہین، جن مین معمولی تعلیم دیجاتی ہی خود حرم شریف مین بعض علما حدیث، تفسیر، فقہ، کا درس دیتے ہین، لیکن اب اوائل ۱۳۳۲ھ مین خاص سلطان کے حکم سے مدینہ یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہی، امید ہی کہ آئندہ زمانے مین یہ یونیورسٹی اسلامی علوم و فنون کا سرچشمہ ثابت ہوگی، یونیورسٹی کا افتتاح جس سروسامان سے ہوا اُسکی کیفیت ایک فرانسیسی اخبار کے بیان کے مطابق حسب ذیل ہی،

مدینہ منورہ کا دار العلوم سرزمین مدینہ مین یکم محرم الحرام ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۹- نومبر ۱۹۱۳ء کو قسطنطنیہ کے ایک مخصوص وفد نیز زائرین و معتقدین کے ایک کثیر مجمع کے سامنے ایک مہتم بالشان دار العلوم کا سنگ بنیاد رکھا گیا اِس کے لیے جو موقع تجویز ہوا ہی وہ شہر بجانب مشرق اس مقام پر واقع ہی جسے ”گھوڑ دوڑ کا میدان“ کہتے ہین اور جسکی بابت روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم اس مقام پر عربی گھوڑونکی دوڑ کراتے تھے،

سولہ ہزار ایک (تقریبًا فٹ) مربع آراضی یونیورسٹی کی ابتدائی جماعت کے لیے تجویز ہوئی ہی، علاوہ ازین ایک باغ پیمائشی دو لاکھ چھیاسی ہزار ایک مربع جو مشہور و معروف وادی عائشہ مین شہر سے بیس منٹ کی مسافت پر واقع ہی یونیورسٹی کی آمدنی کے لیے وقف کر دیا گیا ہی یہ بھی تجویز ہی کہ بعد ازان اس باغ مین ایک مدرسہ فن زراعت اور دوسرا صنعت و حرفت کی تعلیم کیلیئے کھولا جائے،

فرمان سلطانی کے بموجب ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹- اپریل ۱۹۱۳ء کو مدینہ یونیورسٹی کا افتتاح ہوا، اس درس گاہ کا نصب العین ایسے طلبا کا طیار کرنا ہی جو ”اسلام کی صداقت اور اُسکی تعلیم“ کی دُنیا مین اشاعت کر سکین یونیورسٹی مذکور مین حسب ضرورت متعدد کلاشن ہونگے اور ایک پرائمری و ایک سکنڈری اسکول بھی ملحق ہوگا دار العلوم کے متعلق ایک جمعیت اصلیہ

ہو گی جس کا صدر دفتر قسطنطنیہ مین رہیگا اور کونسل انتظامیہ کا اجلاس مدینہ منورہ مین ہوا کریگا'

جمعیت اصلیہ زیر صدارت وزیر اوقاف دس ممبرون پر مشتمل ہو گی' جمعیت کے اولین ممبر سلطانی حکم کے مطابق منتخب ہونگے بعد ازان کسی ممبر کے استعفا دینے یا انتقال کر جانے کی صورت مین اس جگہ کے لیے اس اُمید وار کا تقرر ہو گا جس کا انتخاب جمعیت اصلیہ کے دو تہائی ممبرون کی تائید و شاہی منظوری سے عمل مین آئے' تمام رزولیوشن کثرت رائے پر پاس ہوا کرین گے اور جمعیت موصوف یونیورسٹی کے تمامی معاملات پر حاوی ہو گی'

کونسل انتظامیہ مین حسب ذیل اشخاص شریک ہون گے۔ شیخ الحرم النبوی' گورنر مدینہ ناظم یونیورسٹی' ڈائرکٹر سکنڈری اسکول' نیز تین وہ ممبر جنکو جمعیت اصلیہ علمائے مدینہ مین سے منتخب کرے گی' اور اخیر مین ایک یا متعدد پروفیسر جنکی شرکت ضروری سمجھی جائیگی' تمام رزولیوشن کثرت رائے پر پاس ہوا کرین گے'

یونیورسٹی کا انتظام اور اندرونی نظم و نسق اس ضابطہ کے مطابق ہو گا جو خاص اس مقصد کیلئے مرتب کیا جائیگا' جمعیت اصلیہ کا فرض ہو گا کہ یونیورسٹی کا اندرونی ضابطہ تجویز کرے نصاب تعلیم کو مرتب کرے اور اس مین ضروری ترمیمات اور تبدیلیان کرتی رہے نیز سالانہ بجٹ کے متعلق ضروریات کا لحاظ کرتے ہوے منظوری دے۔ ان وسائل کو اختیار کرے جن سے کہ پاس شدہ تجاویز اور منظور شدہ فیصلہ جات کی تکمیل ہو سکے' آمد و خرچ کی نگرانی رہے اور اس کا لحاظ رکھے کہ اخراجات کا مصرف مفید ترین ہو۔ مزید بران کونسل انتظامیہ و ناظم دار العلوم کے درمیان جو اختلافات رونما ہون ان کا تصفیہ کرتی رہے' پروفیسرون اور ڈائرکٹرون کا تعین کرے اور حسب ضرورت ان کو برخاست کرے ضروری عہدہ دارون کو نامزد کرے اور ان کو ان کے فرائض منصبی سے آگاہ کرے یونیورسٹی کو جو عطیات مرحمت ہون انکی وصولیابی کرے اور اسکی نگران رہے

کہ یہ رقومات دار العلوم مین صرف ہون اور ان کا مصرف باقاعدہ ہو،

کونسل انتظامیہ کے فرائض منصبی حسب ذیل ہون گے "

(۱) اولاً یہ کہ جمعیت اصلیہ کے فیصلہ جات کی تعمیل کرے۔

(۲) ثانیاً یہ کہ اسکا خیال رکھے کہ جمعیت مذکور کے احکام پر عملدرآمد ہوتا رہے،

(۳) ثالثاً یہ کہ یونیورسٹی کے کام کی دیکھ بھال رکھے اور تیسرے مہینہ اس مضمون کی ایک مفصل رپورٹ جمعیت اصلیہ کو ارسال کرتی رہے،

(۴) رابعاً یہ کہ یونیورسٹی کی ترقی وحسن انتظام کے لیے جو اصلاحات ضروری معلوم ہون اُنکو جمعیت اصلیہ کے سامنے پیش کرتی رہے اور اس عنوان پر ناظم جو تجاویز پیش کرے اس پر بحث ومباحثہ کرتی رہے،

(۵) خامساً یہ کہ اگر باستثنائے پروفیسران کے کسی تقرر یا برخاستگی کے معاملے مین خواہ وہ شخص یونیورسٹی مین کوئی شخصیت رکھتا ہو، ناظم سے اختلاف رائے رکھتا ہو، اور اسکے متعلق کوئی درخواست گذرے یا کوئی اعتراض کیا جائے تو کونسل انتظامیہ پر لازم ہوگا کہ اس اختلاف کی علّت غائی کی تفتیش کرنے اور اسباب اختلاف کے دفعیہ کی کوشش کرے،

کونسل انتظامیہ کی وہ تجاویز جنکو جمعیت اصلیہ مین پیش کرنے کی تاریخ سے تین ماہ کی میعاد منقضی ہو جائے اور کوئی فیصلہ انکی نسبت نہ کیا گیا ہو لیکن اسکی اطلاع کونسل انتظامی کو نہ دیگئی ہو پاس شدہ تصور کی جائین گی،"

پروفیسران یونیورسٹی کو اس خاص مضمون یا علم مین جسکی تعلیم انکے ذمہ ہوگی تجربہ حاصل ہوگا اور وہ اِن تمام صفات سے متصف ہون گے جن کا ہونا یونیورسٹی کے مقصد ومنتہائے خیال کی تکمیل کیلئے ضروری ہو،

جمعیت اصلیہ بہت جلد طلبا کے داخلہ کے متعلق قواعد مرتب کرنے والی ہی کہ یونیورسٹی
کی عطا کردہ اسناد وہی قدر و قیمت رکھین گے جو قلمرو ے عثمانیہ مین دوسرے مدارس یا کالجون
کی اسناد کو تناسب مدارج حاصل ہی تعلیم زبان عربی مین ہوگی، یونیورسٹی کی آمدنی مین ماسوا
اس آمدنی کے جو بصیغہ عطیات جائداد وغیرہ ہوگی، وزیر اوقاف کا سالانہ عطیہ بمقدار
دس لاکھ پیاسٹر (ایک لاکھ ۳۵ ہزار روپیہ) کے شامل ہوگا،

جمعیت اصلیہ آنریری ممبران و نیز ان اشخاص کے تقرر کی مجاز ہوگی جن سے کہ یونیورسٹی
کے نشو و نما مین مدد ملنے کی امید ہو،

گورنمنٹ عثمانیہ نے مختصراً ۱۰۰ ہزار ترکی پونڈ (دس لاکھ ۰۰ ہزار روپیہ) یونیورسٹی کے افتتاحی
اخراجات کی کفالت کے لیے مرحمت فرمائے ہین اخیر مین اس درس گاہ کے ہان اسلامک اسپرٹ
کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہوگا، جمعیت اصلیہ قسطنطینیہ کے ممبرون مین ہمکو ہندوستان کے دو مسلمانونکے
نام نظر آتے ہین، ایک تو مسٹر ظفر علیخان اڈیٹر اخبار زمیندار دوسرے ڈاکٹر مختار احمد انصاری جنھون نے
مسلمانان ہندوستان کے اس طبی مشن مین کام کیا تھا جو بزمانہ جنگ بلقان چنانچہ بھی گیا تھا
اس کے ماسوا تیس ممبرونکی ایک کمیٹی اس غرض سے منتخب ہوئی ہی کہ مختلف اسلامی ممالک
مین مدینہ یونیورسٹی کے لیے چندہ جمع کرے کمیٹی مذکور عرب، مراکش، الجزائری، افغانی، روسی،
ہندوستانی، کروستانی، و ترک باشندون پر مشتمل ہی، یہ ممبران مختلف الاقوام حجاج مین سے منتخب
کیئے گئے ہین جو رسم افتتاح کے موقع پر موجود تھے تاکہ یہ حضرات واپسی وطن پر اپنے اپنے ملک مین
ایسی سب کمیٹیون کا تقرر کرین گے، جو اس اسلامی کام کیلئے چندہ فراہم کرین گی،

شیخ عبد العزیز شاویش جو سابق مین اخبار اللواء کے چیف اڈیٹر تھے، اور جو مصری
جماعت احرار کے شیرازہ اتحاد کے منتشر ہوجانے پر جس کے متمول کرنے مین شیخ موصوف نے بہت کچھ

ش کی تھی) استنبول چلے آئے تھے، مدینہ یونیورسٹی کے بانی ہونے کے مستحق ہین،

انجمن اتحاد و ترقی کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد جس کے شیخ موصوف پرجوش مؤید ہین،
ھون نے یونینسٹ جماعت کو اسکا یقین دلایا کہ وسط حجاز مین مسلمانون اور عربون کے واسطے
ک عظیم الشان تعلیمی درس گاہ کی بنیاد بالعموم تمام دنیا کے مسلمانون خصوصاً عربون کی ہمدردی
نوجوان ترکون کے ساتھ وابستہ کرنے مین مدد دیگی، مدینہ روانہ ہونے سے قبل شیخ موصوف
سے خلیفۃ المسلمین نے خاص طور پر ملاقات فرمائی،

مام | مدینہ منورہ مین دو ترکی حمام ہین ایک سلطان سلیمان قانونی کا جو شہر کے اندر واقع ہے
وسرا مناخہ مین،

یہ یا رباط | یہان ۸ لنگر خانے بھی ہین ایک حکومت مصر کی طرف سے ہے جس کو تکیہ مصریہ کہتے ہین
لیکن اکثر لنگر خانونکی آمدنی نہایت قلیل ہے جو مصارف کے لئے کافی نہین ہوتی،

خبار | سنہ ۱۹۱۰ء مین یہان سے ایک اخبار بھی ترکی اور عربی زبان مین شائع ہوتا تھا جس کا نام
لمدینۃ المنورۃ تھا،

فنِ بلاغت

(۱)

قدرت نے جسطرح ہر چیز کو خوبصورتی کے دو مختلف پہلو دیئے ہین زبان کو بھی اس فطری تقسیم سے محروم نہین رکھا، تمدن انسانی کی مختلف ضرورتون کے لحاظ سے جب کوئی زبان عالم وجود مین آتی ہی تو حسن وقبح کو اپنے ساتھ لیئے ہوئے آتی ہی چونکہ انسان کی تمدنی ضرورتین اسکے بغیر پوری نہین ہوسکتین کہ قومین ایک جگہ مجتمع ہون اور ہر انسان ضروریات زندگی مہیا کرنے مین اپنے بنی نوع کی امداد کرے اور خود دوسرون سے امداد کا طالب ہو اور یہ جب ہی ہوسکتا ہی کہ ایک کو دوسرے کی حاجتونکا علم ہو اور۔ صاحب حاجت اپنی ضرورت سے دوسرے کو آگاہ کرے اس ضرورت کے پورا کرنیکے لیے اول مرتبہ نہایت سادے لباس مین زبان جلوہ نما ہوتی ہی،

پھر جسقدر تمدن مین ترقی ہوتی جاتی ہی قوم کی دولت وثروت بڑھتی جاتی ہی معاشرت کے طریقے وسیع ہوتے جاتے ہین سامان زندگی مین تکلفات پیدا ہوتے جاتے ہین زبان بھی آہستہ آہستہ ترقی کرتی جاتی ہی آپس مین ایک دوسرے کو اپنی ضروریات سمجھانے کے لیے تو محض سادہ فقرے اور معمولی الفاظ کافی سمجھے جاتے ہین مگر بڑے بڑے مجمعون مین اخلاقی اور سیاسی مضامین بیان کرنیکے لیے شعراء اور اسپیکر تمام اُن ذرائع کو استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہین جو اُن کے مافی الضمیر کو سامعین کے قلوب تک پہونچانے مین معاون ہون قدرت نے افراد انسان کو مختلف دماغ اور مختلف طاقتین بخشی ہین بعض انسان معمولی طریقے سے بھی اپنے دلکی بات دوسرونکو نہین سمجھا سکتے اور بعض معمولی بات کو بھی اس خوبصورتی سے ادا کرسکتے ہین کہ سامعین پر اُس کا اچھا اثر پڑتا ہی،

زبان کے اسی خوبصورت پہلو کا نام بلاغت ہی اور اسی نے دُنیا مین بڑے بڑے

انقلاب پیدا کیئے ہین، اب سوال پیدا ہوتا ہی کہ وہ کون سے قواعد ہین جن کے استعمال سے زبان مین یہ خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہی، جواب یہ ہی کہ فطرت خود بخود ایسے قواعد سکھا دیتی ہی جسطرح زبان کے صرفی اور نحوی قواعد زبان مرتب ہو جانیکے بعد اہل زبان کے محاورات سے اخذ کیئے جاتے ہین اسیطرح بلاغت کے قواعد بھی بلغاء کے کلام کا تتبع کرنے کے بعد بنائے جاتے ہین تاکہ وہ لوگ بھی جنکو فطرت نے یہ ملکہ نہین دیا اپنے کلام مین ایسا نمونہ قائم کرسکین۔

ہندوستان کے نصاب تعلیم مین اسوقت فن بلاغت کی دو کتابین پڑہائی جاتی ہین، یعنی مطول اور مختصر المعانی جو ایک ہی متن کی دو شرحین ہین مگر ہمین دیکھنا یہ ہی کہ جس طرح ہر فن کی کتابین پڑھنے سے انسان اُس فن کو سیکھ لیتا ہی، مثلاً منطق یا فلسفہ یا طب کی کتابین پڑھ لینے کے بعد انسان منطقی یا فلسفی یا طبیب کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہی، ان کتابون کے پڑھ لینے کے بعد بھی بلیغ کی ڈگری حاصل کرسکتا ہی یا نہین۔ جب ہم اس سوال پر غور کرتے ہین تو جواب نفی مین ملتا ہی۔ اس کا سبب یہ ہی کہ ان کتابون مین بلاغت کے وہ صحیح اُصول نہین بتائے گئے جو ایک دستور العمل کا کام دے سکین اسکے علاوہ مثالون سے اسقدر بے اعتنائی کی گئی ہی کہ کسی مسئلہ کی مثال ایک سے زیادہ نہین بتائی گئی اور کہین وہ بھی نہین۔

اسلئے سب سے پہلے ہمین بلاغت کی تاریخ پر ایک اجمالی نظر ڈالنی چاہیئے کہ یہ فن کیونکر مرتب ہوا اور اُس مین ہر زمانے مین کیا کیا انقلاب ہوئے اسکے بعد متقدمین اور متاخرین کی کتابونکا موازنہ کرنا چاہیئے اور اُن اُصول کو جانچنا چاہیئے جو کلام مین بلاغت پیدا کرنے کے لیئے بنائے گئے ہین،

بلاغت کی تاریخ

زمانۂ قدیم مین جو قومین علم و فضل مین مشہور تھین اور جنھون نے علم کی زیادہ تر خدمت

کی تھی وہ یہ قومین تھین۔ کلدانی۔ یونانی۔ بابلی۔ آشوری۔ فنیقی۔ مصری۔ رومانی۔ اہل فارس اہل ہند۔ خلافت عباسیہ کے زمانے مین مسلمانون نے انھین قومون کی علمی کتابونکے ترجمے کیئے تھے، اور ہر علم مین اپنی جانب سے بہت کچھ اضافہ کر کے جدید اسلامی تمدن کی بناڈالی تھی ہر فن کے بڑے بڑے ماہر ترجمہ کرنیکے لئے مقرر کیئے گئے تھے۔ جیسے حجاج بن یوسف۔ یوحنا ابن بطریق۔ قسطا بن لوقا بعلبکی حنین بن اسحاق۔ اسحاق بن حنین۔ یعقوب بن اسحاق کندی۔ انکے علاوہ اور بہت سے ماہرین فنون این جنھون نے منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ ہیئت۔ نجوم۔ طب۔ تاریخ غرضکہ تمام ہی علوم کے مختلف زبانون سے عربی مین ترجمے کیئے۔ مگر تاریخ سے کہین اسکا پتہ نہین چلتا کہ مسلمانون نے علم بلاغت کو بھی کسی دوسری قوم سے لیا ہو بجز ایک کتاب کے جو ارسطو نے فن خطابت مین لکھی تھی جسکا ترجمہ ابن سینا نے چوتھی صدی ہجری مین کیا تھا اُس کے بعد چھٹی صدی ہجری مین ابن رشد اندلسی نے اس کتاب کا خلاصہ لکھا تھا جسکا ذکر ہم آئندہ چلکر کرین گے۔ وجہ یہ ہی یونانیون نے منطق و فلسفہ مین بہت کچھ دستگاہ پیدا کی تھی آخر زمانہ مین حکماء یونان دو فرقون مین منقسم ہو گئے تھے، اشراقئین اور مشائین ارسطو اسی آخر الذکر فرقہ کا سرگروہ تھا اسنے منطق کو ایک نئے طرز پر مرتب کیا تھا اسی لئے مسلمان اسکو معلم اول کہتے ہین، منطق پڑھنے سے غرض یہ ہوتی ہی کہ معلومات کو بطرز خاص ترتیب دیکر آسانی کے ساتھ صحیح طریقہ سے کسی نامعلوم نتیجہ پر پہونچ سکین یہ مرتب معلومات اگر از قبیل تصورات ہین تو انکو معرف کہتے ہین اور اگر از قبیل تصدیقات ہین تو حجۃ اور قیاس کہتے ہین۔ قیاس کی باعتبار مادہ اور صورت کے بہت سی قسمین ہین منجملہ انکے ایک خطابۃ بھی ہی خطابۃ اُس قیاس کو کہتے ہین جس مین ظنی مقدمات سے کام لیا گیا ہو محافل مین کسی کسی مضمون پر لکچر دینے کے وقت ایسے قیاسات سے بہت کچھ کام لیا جاتا ہی اسی ضرورت کو ملحوظ رکھکر ارسطو نے اس فن پر علیحدہ ایک کتاب لکھی تھی جس مین ان مسائل پر بحث کی ہی کیونکر ایک مقرر اپنی تقریر کو موثر بنا سکتا ہی اور کیونکر ایک دعوی کو مختلف طریقون سے سامعین کے دلونمین بٹھا سکتا ہی۔ (باقی دارد)

واقعات اور خبرین

رو داد مجلس انتظامی ۱۲- جون ۱۹۱۴ء

مسودہ دستور العمل ندوۃ العلماء پیش ہوا تجویز ہوا کہ مسودہ دستور العمل مرتبہ سب کمیٹی ندوہ اسلامی اخبارات کو اشاعت کے لیئے بھیجدیا جائے، اور استدعا کیجائے کہ اصلاح و ترمیم حتی الامکان دفعات مسودہ کے حوالہ سے کیجائے اگر کوئی جدید امر بطور مشورہ ظاہر کرنا مقصود ہو تو اسکو جدا عنوان سے لکھا جائے، تاکہ مجلس کو معلوم ہو جائے کہ اس امر کے اضافہ کی خواہش ہی،

اڈیٹران اخبارات سے اعلان مین استدعا کی جائے کہ اگر وہ اپنے اخبار مین کوئی مشورہ شائع کرین تو اس اخبار کی تین کاپیان ناظم ندوہ کو ضرور عنایت کرین تاکہ انکی رائے سے مجلس مستفید ہو سکے اور اعلان کیا جائے کہ اس کے متعلق تمام رائین آخر اگست ۱۹۱۴ء تک دفتر ندوۃ العلماء مین پہونچ جائین،

حسب تجویز جلسہ انتظامیہ منعقدہ ۱۲- جون ۱۹۱۴ء ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ بمقام لکھنؤ ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء مین قرار پایا ہی اس جلسہ مین رسم افتتاح "عمارت جدید" بھی ادا کی جائے گی اور دارالاقامہ کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا،

مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوۃ العلماء فیض آباد سے فارغ ہو کر سلطان پور کا دورہ کر رہے ہین لیکن بوجہ قحط چندہ مین کوئی معقول کامیابی نہین ہوئی،

اطلاع

دار العلوم کا پرانا مکان فروخت ہونیکے بعد ابتک دار العلوم اور دار الاقامہ کرایہ کے مکانات مین تھا جسکی وجہ سے قطع نظر تکلیف کے ایک معقول رقم ماہوار ادا کرنی پڑتی تھی اسلئے گذشتہ اپریل سے دار العلوم شہر کے باہر جدید عمارت منتقل کردیا گیا، لیکن چونکہ ابھی دار الاقامہ کی تعمیر شروع نہین ہوئی" اس لیے بالفعل یہ انتظام کیا گیا ہی کہ نصف حصہ عمارت مین طلبا رہتے ہین اور نصف مین درس گاہ ہی، اس انتظام سے جس قدر دشواریان پیش آتی ہین ظاہر ہی،

بالفعل فوری ضروریات کی وجہ سے باورچیخانہ کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے لیے عارضی مکانات کی تعمیر شروع کردیگئی ہی جس پر دو ہزار روپیہ صرف ہوگا، ضرورت ہی کہ قوم دار الاقامہ و مسجد کیطرف توجہ کرے تاکہ ان مشکلات سے نجات حاصل ہو،

اب سے چند سال پہلے یہ تجویز قرار پائی تھی کہ ہر ضلع کے ارباب ہمت اپنے اپنے ضلع کیطرف سے دار الاقامہ (بورڈنگ) کیلئے ایک ایک کمرہ تعمیر فرمائین جس مین تین طالب علم قیام کرسکین ایک کمرہ پر سات سو روپیہ لاگت آتی ہی جو ہر ضلع کے مسلمان نہایت آسانی سے جمع کرسکتے ہین،

اس تحریک کے سلسلے مین یہ خبر نہایت مسرت کے قابل ہی کہ مسلمانان جونپور نے حسب تحریک مولانا ابوبکر شیث صاحب جونپور کیطرف سے ایک کمرہ تعمیر کرانے کا ارادہ کیا ہی۔ اور مولوی حافظ عبدالحق صاحب سفیر ندوہ کی معرفت ایک سو سے زیادہ بھیجدیا ہی امید ہی کہ باقی رقم بھی جلد وصول ہوجائیگی،

اب معلوم ہوا ہی کہ مسلمانان سیتاپور بھی اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ایک عام جلسہ کرنیوالے ہین ہمکو امید ہی کہ دیگر اضلاع کے مسلمان بھی اس کار خیر مین حسب توفیق حصہ لین گے، فقط

خلیل الرحمن ناظم ندوۃ العلماء لکھنو

دستور العمل

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پندرھوین تاریخ کو شائع کیا جائیگا،

(۲) اس رسالے کی ضخامت ۳۲ صفحے ہوگی،

(۳) اس رسالے کی قیمت مع محصولڈاک عہ؍ سالانہ ہوگی نمونہ کا پرچہ ۲؍ وصول ہونے پر روانہ کیا جائیگا

(۴) اس رسالے کی آمدنی کسی کی ملک نہوگی بلکہ اس رسالے کی ترقی مین صرف کیجائیگی،

(۵) جسکے پاس کسی مہینہ کا رسالہ نہ پہونچے تو اسی مہینہ مین اطلاع دینی چاہیئے ورنہ تعمیل نہوسکے گی،

(۶) جو صاحب خط لکھین اپنا نام صاف اور واضح خط مین لکھین اور قیدک کا نمبر بھی ضرور درج کردین،

(۷) جواب طلب امور کے لیئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے ورنہ دفتر جوابدہ نہوگا،

(۸) کل خط وکتابت مینیجر رسالہ کے نام "دفتر ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ" کے پتہ سے کی جائے اور روپیہ بھی اسی پتہ سے بھیجا جائے،

محمد اکرام اللہ خان ندوی

پبلشر و مینیجر رسالہ **"الندوہ"**